Shuddhi Movement in British India: A Study of Its Impact on Hindu-Muslim Relations

Usman Ali Sheikh[❁]

ABSTRACT

Shuddhi was one of the premier Hindu movements during the late nineteenth and early twentieth century in British India, which focused primarily on reconverting those Hindus who had gone into the fold of other religions. The Arya Samaj, an organization founded by the nineteenth-century Hindu reformer Swami Dayananda Saraswati, primarily spearheaded the movement. This article begins by introducing the concept of *Shuddhi*. It traces then the historical developments of *Shuddhi* movement while focusing on its different phases and regional contexts. Lastly, it outlines various aspects

❁ Ph.D Scholar, Department of Comparative Religion, Faculty of Islamic Studies (Usuluddin), International Islamic University, Islamabad/Teaching Research Associate, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad. (usman.sheikh@iiu.edu.pk)

of the impact that *Shuddhi* movement had on Hindu-Muslim relations in the British era.

برطانوی ہند میں شدھی تحریک اور اس کے ہندو مسلم تعلقات پر اثرات: ایک جائزہ

عثمان علی شیخ❁

برصغیر زمانۂ قدیم ہی سے کثیر القومی ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر المذہبی علاقہ رہا ہے۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل بھی برصغیر میں بہت سے مذاہب کے پیروکار بستے تھے، جن میں ہندو مت، بدھ مت اور جین مت نمایاں ہیں۔ خود فی زمانہ "ہندو مت" (Hinduism) کے نام سے موسوم مذہب کو بھی مذہب کے معروف و مروجہ معنوں میں متعدد و متنوع مذہبی نظاموں کا مجموعہ کہا جا سکتا ہے۔ اسلام کی آمد کے بعد برصغیر میں ایک نئے مذہب سکھ مت کا جنم بھی ہوا، جو ہندو مت، بدھ مت اور جین مت کی طرح ایک مقامی مذہب ہی ہے۔ اسی طرح برصغیر میں مسیحیت کی تاریخ بھی بہت پرانی ہے۔ تاہم مسیحیت کے پیروکاروں میں حقیقی اضافہ برصغیر میں یورپی اقوام کی آمد کے بعد ہی دیکھنے میں آیا۔ (۱)

یہ کہنا مبالغہ آرائی نہ ہو گی کہ مذہبی تنوع برصغیر کی شناخت کا حصہ رہا ہے، لیکن یہ بات بھی درست ہے کہ اس تنوع سے وقتاً فوقتاً مذہبی کشمکش اور تصادم نے بھی جنم لیا ہے۔ برصغیر میں جب یورپی کمپنیاں تجارت کی غرض سے آئیں تو ان کے ساتھ مشنریوں کی قابل ذکر تعداد بھی وارد ہوئی اور آہستہ آہستہ مسیحی تبلیغی سرگرمیاں زور پکڑنے لگیں۔ تاہم اس عمل کو مہمیز تب ملی، جب برطانوی پارلیمنٹ نے ایک چارٹر کے ذریعے ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیرِ تسلط علاقوں میں مشنریوں کو تبلیغی کاموں کی اجازت کا باقاعدہ پروانہ جاری کیا۔ اس کے بعد نہ صرف یہ کہ مسیحی تبلیغی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا بلکہ ہندوستان کے باشندوں کی کثیر تعداد نے مسیحیت

❁ پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ تقابل ادیان، فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز (اصول الدین)، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد/ ٹیچنگ ریسرچ ایسوسی ایٹ، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔
(usman.sheikh@iiu.edu.pk)

۱۔ برصغیر میں مسیحیت کی تاریخ کے لیے ملاحظہ کیجیے:
Stephen Neill, *A History of Christianity in India: The Beginnings to AD 1707* (Cambridge: Cambridge University Press, 1984); ______, *A History of Christianity in India : 1707-1858* (Cambridge: Cambridge University Press, 1985).

قبول بھی کرلی۔ مشنریوں کی ان سرگرمیوں نے برصغیر کی مذہبی رنگارنگی کی فضا میں گویا عمل انگیز (Catalyst) کا کام کیا اور مذاہب کے مابین مقابلے کی فضا نے جنم لیا۔ مقابلے کی اس فضا میں ہندوستان کے مذاہب میں تبدیلی مذہب (Conversion) کی مختلف تحریکوں کا ظہور ہوا۔ انھی تحریکوں میں سے ایک شدھی تحریک کے نام سے جانی جاتی ہے۔ زیرِ نظر سطور میں شدھی تحریک کے ظہور وارتقا اور اس کے ہندو مسلم تعلقات پر اثرات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ چوں کہ برطانوی ہند میں شدھی تحریک کی ابتدا اور اس کو پروان چڑھانے میں بنیادی کردار آریہ سماج کا رہا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بات کا آغاز آریہ سماج اور اس کے بانی، سوامی دیانند سرسوتی کے مختصر تعارف سے کیا جائے۔

دیانند سرسوتی، آریہ سماج اور شدھی تحریک

دیانند سرسوتی ۱۸۲۴ء میں کاٹھیاواڑ، گجرات کے ایک قصبے موروی (موربی) میں ایک برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا پیدائشی نام دَیارام مول شنکر تھا۔ دیانند کی مذہبی تعلیم و تربیت کا سلسلہ پانچ سال کی عمر سے شروع ہوگیا تھا۔ ان کے والد شِو بھگت (Shaivist) تھے۔ وہ نہ صرف خود مذہبی رسوم ورواج کی سختی سے پابندی کرتے تھے بلکہ اپنے بیٹے کی پرورش بھی اسی نہج پر کرنے کے خواہش مند تھے۔

ہندوستان کے طول و عرض میں شِو (Shiva) کو مختلف اشکال اور مورتیوں کی صورت میں پوجنے کا چلن پرانے وقتوں سے موجود ہے اور دیانند کے والد بھی اسی پر کاربند تھے، تاہم دیانند لڑکپن سے ہی بت پرستی کے حوالے سے تشکیک میں مبتلا تھے۔ اسی حوالے سے انھوں نے خود اپنی آپ بیتی میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں شوراتری (Shivratri) ایک مقدس تہوار سمجھا جاتا ہے اور شِو بھگت اسے بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں۔ شوراتری کے موقع پر شِو بھگت نہ صرف برت (روزہ) رکھتے ہیں بلکہ برت رکھنے والے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ رات بھر جاگ کر شِو کی مورتی کے سامنے مختلف اوراد کرے۔

جب دیانند ۱۴ برس کے ہوئے تو ان کے والد نے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ تمام ضروری پابندیوں کے ساتھ شوراتری کا برت رکھے۔ دیانند نے اپنے والد کی خواہش کی تعمیل کی۔ جب شام کا وقت ہوا تو دیانند کے والد انھیں ساتھ لے کر علاقے کے ایک مندر پہنچے۔ اوائل شب میں تو بھگتوں نے نہایت جوش و خروش سے مذہبی رسوم ادا کیں تاہم جب رات ڈھلنا شروع ہوگئی تو دیانند کے والد سمیت بیش تر بھگت سو گئے۔ اسی اثنا میں دیانند نے دیکھا کہ ایک چوہا نہ صرف شِو کی مورتی پر گردش کر رہا ہے بلکہ بھگتوں کی جانب سے پیش کیے جانے والے نذرانوں کو کتر

بھی رہا ہے۔ دیانند کے سوانح نگار بتاتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر دیانند کے دل میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا کہ شو کی یہ مورتی بھگوان نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ یہ بے جان مورتی ایک چوہے سے بھی اپنا بچاؤ نہیں کر سکتی جب کہ کتب مقدسہ میں بیان کی جانے والی خداے برتر کی ذات تو قادر مطلق ہے۔

دیانند جب نوجوان تھے تو سادھو کی طرح زندگی بسر کرنے کا عزم لیے گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ چند سال بعد انھیں سرسوتی سلسلے کا سنیاسی بنایا گیا اور وہیں انھیں دیانند سرسوتی کا نام دیا گیا، جس سے وہ عمر بھر پہچانے گئے۔ گھر بار تیاگ دینے کے بعد دیانند نے تلاش علم و حق کی غرض سے ہندوستان کے طول و عرض کی خاک چھانی۔ اس دوران وہ رفتہ رفتہ مروجہ ہندو عقائد اور رسوم و رواج سے متنفر ہوتے چلے گئے۔ اس دور کے ہندو دھرم میں بت پرستی اور پوجاپاٹ کے رائج شدہ طریقوں کے حوالے سے دیانند کے افکار کو تشکیل دینے میں ان کے استاد سوامی وِرجانند (Swami Virjanand) نے بھی اہم کردار کیا جن کے پاس دیانند نے اپنی تعلیم کی تکمیل کی اور سنسکرت زبان و ادب بالخصوص ویدوں کے رموز سے آشنائی حاصل کی۔[۲]

دیانند نے جب اپنے استاد سے رخصت لی تو وہ ہندو دھرم کی اصلاح کی غرض سے شہر شہر گھومنے لگے۔ وہ ایک ایسا ہندو دھرم چاہتے تھے جو ویدوں پر مبنی ہو، نہ کہ پرانوں[۳] پر؛ وہ بت پرستی اور ان مروجہ ہندو رسوم و رواج کے مخالف تھے جو ان کے خیال میں حقیقتاً ہندو دھرم کا حصہ نہ تھے بلکہ بعد میں در آنے والے بگاڑ کا حصہ تھے۔[۴]

اصلاح پسندی کا عزم لیے دیانند نہ صرف روایتی ہندو پنڈتوں سے مناظرہ بازی کرتے بلکہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں، بالخصوص مشنریوں، سے بھی ان کا بحث مباحثہ ہوتا۔ کئی سال کی محنت کے بعد جب دیانند کو احساس ہوا کہ ان کا پیغام روایتی ہندو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں تو انھوں نے عوام الناس کی جانب رخ کیا۔ اپنے

۲۔ دیکھیے:

Dayanand Saraswati, “Arya Prakash: The Autobiography of Dayanand Saraswati, Swami”, *The Theosophist* 1:1,3/2:2 (October, December 1879/November 1880), 9-12,66-68,24-26;

لالہ لاجپت رائے، **آریہ سماج کی تاریخ**، ترجمہ، کشور سلطان (نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء)، ۱۸-۳۸۔

۳۔ وید (Veda) ہندو روایت کی اولین جب کہ پران (Purana) ہندو روایت کی آخری مقدس تصانیف میں سے سمجھی جاتی ہیں۔ دونوں قسم کی تصانیف کے تعارف کے لیے دیکھیے:

Klaus K. Klostermaier, *A Survey of Hinduism* (New York: State University of New York Press, 2007), 45-58, 70-73.

۴۔ دیانند کی تعلیمات کے تعارف کے لیے دیکھیے: رائے، **آریہ سماج کی تاریخ**، ۶۷-۸۵۔

مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے بالآخر منظم جدوجہد کا فیصلہ کیا اور ۱۰/ اپریل ۱۸۷۵ء کو بمبئی میں آریہ سماج کی بنیاد رکھی۔ اس تنظیم کو جدید تعلیم یافتہ ہندوؤں میں بالخصوص مقبولیت حاصل ہوئی اور پنجاب اس کا گڑھ ثابت ہوا۔ دیانند نے زندگی کا باقی ماندہ حصہ ہندوستان بھر میں تبلیغی سرگرمیوں اور آریہ سماج کو منظم کرنے میں بِتایا۔ ان کا انتقال ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو ہوا۔(۵)

شُدّھی کا مفہوم

شُدھی تحریک کے تاریخی ارتقا کا جائزہ لینے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ شدھی کے مختلف مفاہیم کا ذکر کیا جائے۔ شُدھی کے لفظی معنی پاک کرنے کے ہیں۔ ہندو دھرم میں اس کا استعمال جسمانی طہارت کے ساتھ ساتھ روحانی پاکیزگی کے لیے بھی ہوتا ہے۔ ایک ہندو کے لیے یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ مذہبی رسوم کی ادائی اور ہندو معاشرت میں حصہ لینے کے لیے شُدّھ (پاک) ہو۔ ہندو دھرم میں اَشُدّھ (ناپاک) ہونے کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں۔ پیدائش و وفات اور ناپاک چیزوں کو چھونا ناپاکی کا سبب بنتے ہیں۔ اسی طرح ایسے شخص کے ساتھ ربط و اتصال جسے ہندو دھرم میں ناپاک سمجھا گیا ہو، بھی اشدھ کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس تناظر میں شدھی اس مذہبی رسم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ایک ہندو سے ناپاکی دور کر کے اس کو مذہبی رسوم کی ادائی اور اپنے ہم ذات ہندوؤں سے معاشرتی میل جول کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔(۶)

انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں اس اصطلاح کی بازگشت پورے ہندوستان میں سنائی دی جب دیانند اور آریہ سماج نے اس کو نئے مفاہیم عطا کیے۔ آریہ سماج کے ہاں اس اصطلاح کا استعمال عموماً دو معنوں میں ہوتا رہا ہے۔: "ایک تو دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کو یا ایسے افراد کو جو پہلے ہندو تھے لیکن بعد میں کسی اور مذہب پر ایمان لے آئے تھے، پھر سے ہندو دھرم میں شامل کرنا، اور دوسرا پسماندہ طبقوں کے ہندوؤں کا مرتبہ بلند

۵- تفصیل کے لیے دیکھیے:

Neol Salmond, *Hindu Iconolasts: Rammohun Roy, Dayananda Sarasvati, and Nineteenth-Century Polemics against Idolatory* (Waterloo: Wilfrid Laurier University Press, 2004), 68-70;

رائے، **آریہ سماج کی تاریخ**، ۳۹-۶۲۔

6 – J. T. F. Jordens, "Reconversion to Hinduism: The Shuddhi of the Arya Samaj", in *Religion in South Asia: Religious Conversion and Revival Movements in South Asia in Medieval and Modern Times,* ed. G. A. Oddie (New Delhi: Manohar Publications, 1991), 215.

کرنا۔"(۷)

شدھی تحریک کے ادوار

دیانند وہ پہلے ہندو مصلح تھے جنھوں نے شدھی کی طرف بہ طور عمل تبدیلی مذہب توجہ مبذول کی۔ دیانند نے اپنی زندگی میں کم از کم دو شدھیاں کیں: پہلی، ۱۸۷۷ء میں پنجاب کے دورے کے دوران جالندھر میں کھڑک سنگھ نامی شخص کی، جو ہندو مت چھوڑ کر مسیحی ہو گیا تھا اور دوسری، ۱۸۷۹ء میں ڈیرہ دون میں ایک مسلمان کی۔ دیانند نے شدھی کو کبھی اپنی مصلحانہ کوششوں کا بنیادی محور نہیں بنایا اور نہ ہی شدھی کے لیے کوئی لازمی رسم مقرر کی، تاہم اتنا ضرور رہے کہ انھوں نے شدھی کو بہ طور تبدیلی مذہب کے عمل کے قبول کیا۔ یہ ان کی قائم کردہ تنظیم، آریہ سماج تھی جس نے شدھی کو باقاعدہ تحریک کی شکل عطا کی۔(۸)

پنجاب وہ علاقہ تھا جس میں ابتداءً شدھی کی ضرورت پیش آئی۔ سب سے پہلے تبدیلی مذہب اور شدھی کا سوال دیانند کی زندگی میں زیر بحث لایا گیا۔ برطانوی پنجاب میں گو کہ مسلمان اکثریت میں تھے تاہم ہندو اور سکھ بھی ایک قابل ذکر تعداد میں موجود تھے: ہندوؤں اور سکھوں کی آبادی ملا کر مسلمانوں کی آبادی کے تقریباً برابر تھی۔(۹) پنجاب میں برطانوی راج شروع ہونے کے بعد مشنری سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ اگرچہ پنجاب میں برطانوی حکومت کی سرکاری پالیسی مذہبی غیر جانب داری پر مبنی تھی تاہم بہت سے برطانوی سرکاری اہل کار مسیحیت کے انجیلی فرقے (Evangelicals) سے تعلق ہونے کے سبب نہ صرف قدرتی طور پر مشنریوں کے کام سے ہم دردی رکھتے تھے بلکہ غیر سرکاری طور پر ان کی مدد بھی کرتے تھے۔ نتیجتاً، بہت جلد پنجاب میں ایک قابل ذکر تعداد نے اپنے مذاہب ترک کر کے مسیحیت کو بہ طور مذہب اختیار کر لیا۔ اس ساری صورت حال نے پنجابیوں کے دل و دماغ میں ایک "مسیحی خطرے" (Christian Threat) کا ڈر بٹھا دیا۔ اس پس منظر میں دیانند اور آریہ سماج کی 'شدھی' نے نہ صرف اپنے مذہب پر کاربند ہندوؤں میں اعتماد پیدا کیا بلکہ انھیں مذہبی دفاع سے آگے بڑھ کر جارحانہ اقدام(۱۰) کا حوصلہ بھی عطا کیا۔(۱۱)

۷- رائے، *آریہ سماج کی تاریخ*، ۱۵۳۔

8- Jordens, "Reconversion to Hinduism", 216-217.

9- Gopal Krishan, "Demography of the Punjab (1849-1947)", *Journal of Punjab Studies* 11:1 (Spring 2004), 89.

10- یعنی دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کو ہندو دھرم میں شامل کرنا۔

11- Kenneth W. Jones, "Communalism in the Punjab: The Arya Samaj

مؤرخین دیانند کے انتقال کے بعد شدھی تحریک کی تاریخ کو عموماً دو ادوار میں تقسیم کرتے ہیں:[۱۲] پہلا دور ۱۸۸۳ء سے ۱۹۰۰ء تک محیط ہے اور دوسرا دور ۱۹۰۰ء کے بعد کا ہے۔ ان دونوں ادوار کی تفصیل ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

پہلا دور: ۱۸۸۳ء تا ۱۹۰۰ء

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ مسیحی مشنریوں کی سرگرمیوں کو پنجاب کے مقامی مذاہب کے لوگ ایک بڑے خطرے کے طور پر لیتے تھے۔ پنجاب میں انیسویں صدی کے اواخر میں مسیحی تبلیغی سرگرمیوں کی کامیابی کا اندازہ مسیحیت قبول کرنے والے افراد کی تعداد سے لگایا جا سکتا ہے۔ ۱۸۸۱ء میں مسیحیت قبول کرنے والے پنجابیوں کی تعداد ۳۹۱۲ تھی جو ۱۸۹۱ء میں بڑھ کر ۱۹۰۰۰ اور ۱۹۰۱ء میں ۳۸۰۰۰ ہو گئی۔[۱۳] اس صورت حال کو بھانپتے ہوئے آریاؤں اور سکھوں نے ایک مشترکہ شدھی سبھا قائم کی تاکہ اپنے ہم مذہبوں کو اسلام اور بالخصوص مسیحیت اختیار کرنے سے روکا جا سکے۔

شدھی چوں کہ تبدیلی مذہب کے حوالے سے ایک اچھوتا خیال تھا، اس لیے شروع شروع میں اسے روایتی ہندو مذہبی حلقوں کی طرف سے کافی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہندو معاشرت ذات پات کے نظام پر مبنی ہے؛ ہندو دھرم میں روایتی طور پر باہمی میل جول اور رسوم و رواج کی ادائی اسی ذات پات کے نظام کے اندر رہ کر ممکن ہوتی ہے۔ دیانند کے نزدیک کسی ہندو کی ذات کا تعین اس کی پیدائش پر نہیں ہوتا، جیسا کہ روایتی ہندو سمجھتے ہیں، بلکہ اس کا تعین انسان کے اوصاف اور معاشرے میں وہ جو خدمت انجام دیتا ہے، اس سے ہوتا ہے۔ آریہ سماج کے کارکن اگرچہ دیانند کے اصلاح پسندانہ افکار سے متاثر تھے تاہم وہ اپنی ذات اور برادری کا حصہ بھی تھے۔ شدھی کا بنیادی مقصد چوں کہ غیر ہندوؤں، اور نچلی ذاتوں اور اچھوتوں کو ہندو مذہب و معاشرت کا حصہ بنانا تھا اور یہ تصور ذات پات کے روایتی تصورات سے براہ راست متصادم تھا، لہٰذا آریاؤں کو شدھی میں حصہ لینے سے خود اپنی ذات اور

Contribution," *The Journal of Asian Studies* 28: 1 (Nov 1968), 42-43; Jordens, "Reconversion to Hinduism", 217-218; N. Gerald Barrier, "The Punjab Government and Communal Politics, 1870-1908," *The Journal of Asian Studies*, 27: 3 (May 1968), 526.

12 – Jones, "Communalism in the Punjab", 42-43; Jordens, "Reconversion to Hinduism", 217-218; Barrier, "The Punjab Government and Communal Politics", 526.

13 – Jones, "Communalism in the Punjab", 42.

برادری سے اخراج کا خطرہ رہتا تھا۔ اسی لیے شروع میں بہت سے آریا شدھی کے حوالے سے اتنے پرجوش نہیں تھے۔(۱۴)

آریاؤں کو روایت پسندوں کے لیے شدھی قابل قبول بنانے کے حوالے سے پہلی کام یابی امرتسر میں ملی، جہاں انھیں ایک روایت پسند پنڈت تلسی رام کا تعاون حاصل ہوا۔ تلسی رام نے شدھی کی ایک رسم ترتیب دی؛ ہندو دھرم قبول کرنے والے شخص کو پنڈت کی طرف سے جاری کردہ پاکی کے تصدیق نامے کے ساتھ ہردوار بھیجا جاتا، جہاں وہ دریاے گنگا میں ایک آخری غوطہ لگاتا (گنگا شنان) جس سے اس کی پاکی مکمل ہو جاتی۔ روایت پسندوں کی اس توثیق کی وجہ سے ہی امرتسر پہلے دور میں انفرادی شدھیوں کا مرکز بن گیا۔(۱۵)

روایت پسندوں کی توثیق کردہ یہ رسم اگرچہ وقتی طور پر تو شدھی کی تقریبات کے لیے قابلِ عمل ٹھہری تاہم یہ رسم بنیادی طور پر دیانند کے اصلاح پسندانہ افکار کی روح کے خلاف تھی اور بعض آریاؤں نے اس پر احتجاج بھی کیا۔ آریاؤں کو خالصتاً ویدوں پر مبنی شدھی کی رسم ترتیب دینے میں دس سال لگے اور ۱۸۹۳ء میں اس نئی رسم پر عمل در آمد شروع ہوا۔ اس رسم کے چند ارکان یہ تھے: حلق رأس، ہَوَن،(۱۶) گائتری منتر(۱۷) کی توضیح، جہاں ضروری ہو وہاں نئے ہندو کو مقدس دھاگہ پہنانا، سماج میں شامل ہونے والے شخص کو اس کے فرائض کی وضاحت اور تقریب میں شامل افراد کو نوہندو کے ہاتھوں شربت کی تقسیم۔(۱۸)

اس دور کے ابتدائی حصے میں انفرادی شدھیوں پر زور تھا اور قابل ذکر تعداد میں لوگ ہندو دھرم قبول کر رہے تھے؛ ۱۸۸۴ء میں ۳۹ اور ۱۸۸۵ء میں ۵۵ لوگوں کی شدھی کی گئی۔(۱۹) تاہم انیسویں صدی کے آخر میں دو ایسے واقعات ہوئے جن سے شدھی تحریک کے دوسرے دور میں اساسی طور پر تبدیلی دیکھنے میں آئی۔

---

14 – G. R. Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India: A Study of Controversy, Conflict, and Communal Movements in Northern India, 1923-1928* (Leiden: E. J. Brill, 1975), 137 ; Jordens, "Reconversion to Hinduism", 218.

15 – Ibid, 218-219.

۱۶– ہَوَن (Homa/Havan) پوجا کی ایک قسم ہے جس میں آگ پر چڑھاوا چڑھایا جاتا ہے۔

۱۷– گائتری (Gayatri) رگ وید (Rig Veda) کا مقدس ترین منتر سمجھا جاتا ہے۔ ایک برہمن کے لیے اس کا صبح شام ورد ضروری سمجھا جاتا ہے۔ دیکھیے:

Klaus K. Klostermaier, *A Consice Encyclopedia of Hinduism* (Oxford: One World, 2003), 73.

18 – Jordens, "Reconversion to Hinduism", 219.

19 – Ibid, 218.

اولاً: اجتماعی شدھیوں کا اہتمام کیا جانے لگا جس میں بڑی تعداد میں لوگوں کی بہ یک وقت شدھی ہوتی۔ اس کے علاوہ ان میں ایسے افراد کی شدھی کی گئی جو کسی وجہ سے ذات بدر کر دیے گئے تھے اور ان کو شدھی کے ذریعے ان کے ذات وبرادری سے متعلقہ پورے حقوق واپس دلوائے گئے۔

ثانیاً: ۱۸۹۶ء اور اس کے بعد کے قحطوں کے نتیجے میں ہندوستان میں بہت سے بچے یتیم ہو گئے تھے؛ ان میں بہت سے یتیموں کی دیکھ بھال کا انتظام و انصرام مسیحی مشنری کر رہے تھے۔ مسیحی تبلیغی سرگرمیوں میں خدمت خلق اور فلاح عامہ کے کاموں کو کلیدی حیثیت حاصل ہے؛ آریہ سماج نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ یتیموں کی دیکھ بھال سے مسیحی مبلغین بہت سے ہندو بچوں کو مسیحی بنانے میں کام یاب ہو جائیں گے۔ اسی خطرے کے پیش نظر پنجاب آریہ سماج نے یتیموں کی دیکھ بھال کے حوالے سے اپنا منصوبہ شروع کیا۔ اس سلسلے میں پنجاب میں یتیم خانے کھولے گئے اور پنجاب سمیت ملک کے دیگر حصوں سے یتیموں کو لا کر ان کی بحالی کا انتظام کیا گیا۔ یتیموں میں سے بہت سوں کا تعلق چوں کہ اچھوتوں اور نچلی ذات کے ہندوؤں سے تھا، اس لیے بحالی کی اس مہم میں آریاؤں کو یہ اندازہ ہوا کہ کیسے یہ طبقات مسیحی مبلغین کا آسان ہدف تھے اور ان کا ہندو معاشرت میں مقام بلند کرنا، ان کو دیگر مذاہب میں شمولیت اختیار کرنے سے روکنے کے لیے کس حد تک ناگزیر ہے۔ رفاہِ عامہ کی ان سرگرمیوں نے نہ صرف شدھی کو بالواسطہ طور پر فائدہ پہنچایا بلکہ روایت پسند ہندوؤں میں یہ احساس بھی اجاگر کیا کہ آریہ سماج ہندو دھرم کے لیے مفید تنظیم ہے۔[۲۰]

دوسرا دور: بعد از ۱۹۰۰ء

اس سے قبل ذکر کیا جا چکا ہے کہ قحط کے دوران بحالی کے کام میں آریہ سماج کی توجہ اچھوتوں اور نچلی ذاتوں کی طرف مبذول ہوئی۔ شدھی کے دوسرے دور کے نمایاں ترین خصائص میں اچھوتوں کی اجتماعی شدھیاں شامل ہیں۔ اس سلسلے کی پہلی تقریب کا انعقاد لاہور آریہ سماج کے تحت جون ۱۹۰۰ء میں ہوا، جب رہٹیا[۲۱] اچھوتوں کے ایک گروہ کی شدھی کی گئی۔ اس کے کچھ ماہ کے اندر ہی جالندھر، لاہور اور روپڑ میں مزید رہٹیوں کی شدھی کی

۲۰- تفصیل کے لیے دیکھیے: رائے، **آریہ سماج کی تاریخ**، ۱۶۵-۱۷۱؛
Jorden, "Reconversion to Hinduism", 220.

۲۱- رہٹیا (Rahtia) کا شمار چماروں یا چماروں کی مساوی ذاتوں میں کیا جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں اور سکھوں دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ دیکھیے: ڈینزل ابسٹن، **پنجاب کی ذاتیں**، ترجمہ، یاسر جواد (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۸ء)، ۲۶۴۔

گئی۔ بعد ازاں، یہ تحریک میگ اور اوڈ ذاتوں تک پھیل گئی۔ (۲۲) پنجاب میں اچھوتوں اور نچلی ذاتوں کی کام یاب شدھیوں نے اس تحریک کو پنجاب سے باہر سندھ، کشمیر اور متحدہ صوبہ جات میں بھی مقبول بنا دیا۔ ۱۹۱۰ء تک صرف پنجاب میں ساٹھ سے ستر ہزار شدھیاں کی گئیں۔ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۱ء کے درمیان کشمیر میں آریاؤں کی تعداد ۱۰۴۷ سے بڑھ کر ۲۳۱۱۶ ہو گئی، جب کہ متحدہ صوبہ جات میں یہ تعداد ۱۹۲۱ء تک ۲۰۵۰۰۰ تک جا پہنچی۔ (۲۳)

مذکورہ بالا شدھیاں اچھوتوں اور نچلی ذاتوں کی سماجی و مذہبی حیثیت بلند کرنے کی ایک کوشش تھی ۔ یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ وہ اچھوت جو شدھی کے عمل سے گزرتے تھے، ان کی ہندو معاشرت میں عملاً کتنی حیثیت بلند ہوتی تھی، تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ آریہ سماج کی ان کاوشوں نے اچھوتوں کی مذہبی و سماجی حیثیت بلند کرنے کی راہ ضرور ہم وار کر دی۔ شدھی نے اچھوتوں اور نچلی ذاتوں کے لیے نہ صرف دھارمک (Dharmic) سرگرمیوں میں شمولیت کا راستہ کھولا بلکہ ویدوں کی تعلیم اور رسوم، جو صرف اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے لیے مخصوص تھیں، کی ادائی بھی ممکن بنائی۔ اسی طرح شدھی نے ان کے لیے اعلیٰ ذاتوں کے ساتھ سماجی میل جول کا راستہ بھی کھولا۔ (۲۴)

شدھی تحریک کے علاقائی تناظر

شدھی تحریک کے دوسرے دور میں دو اہم واقعات اور بھی پیش آئے جن کا تعلق علاقائی حالات و واقعات سے تھا، ان کی اہمیت کے پیش نظر ان کا نسبتاً تفصیلی احوال ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

(الف) موپلا تحریک اور شدھی

موپلا (۲۵) کا نام بالعموم ان مسلمانوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو مالا بار کے ساحل پر آباد ہیں۔ مالا بار

۲۲- ان ذاتوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے: نفس مرجع، ۶۱۴-۶۱۶، ۷۲۷-۷۲۸۔

۲۳- جن افراد کی شدھی کی جاتی تھی وہ بر بنائے شدھی آریہ سماج کے ممبر بن جاتے تھے۔ آریہ سماج کے ممبران کی تعداد میں بے پناہ اضافے کی ایک بڑی وجہ اچھوتوں اور نچلی ذات کے ہندوؤں کی شدھیاں بھی تھیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:
Jordens, "Reconversion to Hinduism", 220-222.

۲۴- شدھی کے اچھوتوں اور نچلی ذاتوں پر مذہبی و سماجی اثرات کے لیے دیکھیے:
Ibid, 221-225۔

۲۵- موپلا یا ماپلا (Moplah/Mappila) کے معنی داماد، دولہا یا بڑے بچے کے ہیں اور یہ لقب عزت واحترام کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (مختار احمد مکی، "کیرالا کی موپلا تحریک اور ہماری جدوجہد آزادی"، **تہذیب الاخلاق**، علی گڑھ، ۲۰ : ۴ (اپریل

برطانوی عہد میں ایک ضلع تھا جو مدراس پریزیڈنسی (Madras Presidency) کے تحت آتا تھا؛ آج کل یہ علاقہ بھارت کی ریاست کیرلا (Kerala) کا حصہ ہے۔ موپلا بنیادی طور پر تو ان عرب تاجروں کی اولاد تھے جو آٹھویں صدی عیسوی اور اس کے بعد تجارت کی غرض سے مالا بار کے علاقوں میں آئے۔ بہت سے عربوں نے مقامی عورتوں سے ازدواجی تعلقات قائم کیے اور یہاں بس گئے۔ اس کے علاوہ مقامی آبادی میں بھی بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا اور انھیں بھی موپلا کہا جانے لگا۔[۲۶]

موپلا نو آبادیاتی دور میں زیادہ تر کاشت کاری اور چھوٹے موٹے کاروباروں سے وابستہ تھے۔ ان کا شمار اعلیٰ ذات کے ہندو زمینداروں اور برطانوی عہدے داروں کی اجارہ داری کے درمیان پسے ہوئے طبقات میں ہوتا تھا۔ برطانوی راج کی آمد کے بعد سے وقتاً فوقتاً موپلا کی جانب سے بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا، تاہم اگست ۱۹۲۱ء میں ہونے والی موپلا بغاوت اس قدر مؤثر تھی کہ اس کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہونے والی پہلی باقاعدہ داخلی جنگ کہا جا سکتا ہے۔[۲۷] یہ تحریک بنیادی طور پر موپلاؤں کی ہندو زمینداروں اور برطانوی راج کے استحصال کے خلاف ایک بغاوت تھی، تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں فرقہ وارانہ تشدد کا کچھ عنصر بھی شامل ہو گیا۔

موپلا تحریک کو برطانوی راج اور ہندو اور مسلم سماج نے اپنے اپنے زاویوں سے پیش کیا۔ برطانوی راج نے اس تحریک کو تحریک خلافت سے جوڑا۔ اس زمانے میں تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے تناظر میں برصغیر میں ہندو مسلم اتحاد کا ماحول تھا۔ اس لیے شروع شروع میں حکومتی بیانیے کو شک کی نظر سے دیکھا گیا اور اسے ہندو مسلم اتحاد کو ضرب لگانے کی سازش سے تعبیر کیا گیا؛ تاہم جوں جوں مالابار کے ہندوؤں پر موپلا کے مزعومہ مظالم کی خبریں عام ہونے لگیں، ہندو اور قوم پرست اخباروں کے لیے ہندو مسلم اتحاد کی حمایت اور حکومت مخالف موقف برقرار رکھنا مشکل ہو گیا۔ اخباروں میں ہندو خواتین کے اغوا، ان کو باندیاں بنانے، ہندو مردوں کے ختنے کرنے اور ہندو مرد و زن کو زبردستی مسلمان کرنے کی خبریں شائع ہونے لگیں۔[۲۸] مبینہ طور پر زبردستی

۲۰۰۱ء)، ۲۸۔

26 – Sukhbir Choudhary, *Moplah Uprising* (*1921-1923*) (Delhi: Agam Prakashan, 1977), 1-3;

مکی، "کیرالا کی موپلا تحریک"، ۲۸۔

27 – Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India*, 138; Choudhary, *Moplah Uprising*, 1-2.

۲۸– مسلم اخباروں نے مبینہ موپلا مظالم کے حوالے سے خبروں کو ہندو مسلم اتحاد پارا پارا کرنے کی برطانوی سازش قرار دیا۔ موپلا

مسلمان بنائے جانے والے ہندوؤں کی اصل تعداد کے حوالے سے مختلف ذرائع سے موصول ہونے والی اطلاعات میں تفاوت تھا۔ **ٹائمز آف انڈیا** (*Times of India*) کے مطابق ان کی تعداد دو سو کے لگ بھگ تھی، جب کہ الٰہ آباد سے شائع ہونے والے اخبار **دی لیڈر** (*The Leader*) نے ان کی تعداد تین سو بتائی۔ **دی پائینیر** (*The Pioneer*) جیسے اخبارات نے جبراً مسلمان بنائے جانے والے ہندوؤں کی تعداد ایک ہزار سے بھی زائد بتائی۔[۲۹]

موپلاؤں کی جانب سے ہندوؤں پر مبینہ مظالم کی خبروں پر مسلم رہ نماؤں کا ردعمل متنوع رہا۔ زیادہ تر مسلم رہ نما ان خبروں کی صداقت کے حوالے سے تذبذب کا شکار رہے۔ ۱۸/ نومبر ۱۹۲۱ء کو جمعیۃ علمائے ہند کا ایک اجلاس مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت میں لاہور میں منعقد ہوا۔ اس کے اعلامیے میں قرار دیا گیا کہ

> جمعیۃ العلما کانفرنس موپلاؤں کی جانب سے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنائے جانے اور ہندوؤں پر دیگر مظالم کے حوالے سے اخبارات میں شائع ہونے والے بیانات کی نہ تو تصدیق کرتی ہے اور نہ ہی تردید۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (تاحال) اس حوالے سے مناسب تحقیقات نہیں ہو سکیں۔ تاہم اگر ان خبروں میں کوئی صداقت ہے تو علما موپلاؤں کی ان کارروائیوں کی مذمت کرتے ہیں کیوں کہ قرآن کی رو سے کسی کو اسلام میں زبردستی داخل کرنا ممنوع ہے۔[۳۰]

مولانا ابوالکلام نے اپنے خطبۂ صدارت میں اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

> بعض لوگوں نے بیان کیا کہ موپلا مسلمانوں... نے اس بستی والے ہندوؤں پر جبر کیا اور جبراً ان کو مسلمان بنانا چاہا۔ صحیح واقعات ہمارے سامنے نہیں؛ یہ جو چیز ہمارے سامنے پیش کی گئی، بیسیوں افسانے ہیں جو اس کے خلاف ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ خود میرے پاس متعدد خطوط مالابار سے آچکے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے مان لیا جائے کہ یہ واقعات صحیح ہیں تو ہمیں چاہیے کہ جو ہمارے اعتقادات ہیں وہ مخفی نہ ہوں ... شریعت نے کبھی حکم نہیں دیا ہے کہ جبراً مسلمان بنایا جائے۔[۳۱]

اگرچہ بہت سے مسلم رہ نما موپلا مسلمانوں کے مبینہ مظالم کی داستانوں کے حوالے سے بے یقینی کا شکار تھے تاہم چند رہ نما ایسے بھی تھے جنھوں نے یہ تسلیم کیا کہ بعض ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا گیا ہے۔ ان رہ نماؤں میں سے غالباً سب سے اہم نام حکیم اجمل خان کا ہے جو اس وقت کانگریس کے قائم مقام صدر بھی

تحریک کے حوالے سے برطانوی، قوم پرست ہندو اور مسلم پریس کی کوریج (Coverage) کے لیے دیکھیے:
Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India*, 139-141.

29 – Ibid, 140.

30 – H. N. Mitra ed., *The Indian Annual Register 1922* (Calcutta: The Annual Register Office, 192), 53-54.

۳۱– ابوالکلام آزاد، **خطبات آزاد**، مرتب: مالک رام (نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۱۹۸۱ء)، ۱۴۶– ۱۴۷–

تھے۔ انھوں نے ۲۷/ دسمبر ۱۹۲۱ء کو منعقد ہونے والے کانگریس کے چھتیسویں اجلاس کے موقع پر خطبۂ صدارت ارشاد کرتے ہوئے کہا:

جہاں تک ان ہندو بھائیوں کا تعلق ہے جنھیں جبراً مسلمان بنایا گیا یا جو موپلاؤں کے ہاتھ سے دوسری تکلیفوں میں مبتلا ہوئے، ہم ان ہندو بھائیوں سے پوری ہم دردی رکھتے ہیں اور انھیں یقین دلاتے ہیں کہ لاکھوں مسلمان ان واقعات میں ان کے ساتھ ہم دردی رکھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس قسم کے چند واقعات تھوڑے سے جاہل شخصوں کا کام ہے اور یہ کہ باقی موپلے ان واقعات پر ملامت کرنے کے لیے اسی قدر تیار ہیں کہ جتنا کہ ہم میں سے کوئی شخص ہو سکتا ہے۔ (۳۲)

بہ ہر حال اصل صورت حال جو بھی رہی ہو مالا بار سے آنے والی خبروں نے ہندوستان کے ہندوؤں کو مضطرب کر دیا۔ ان حالات میں ہندو مذہبی تنظیموں نے متاثرہ ہندوؤں کی دست گیری اور انھیں دوبارہ ہندو معاشرت کا حصہ بنانے کے لیے کوششوں کا آغاز کیا۔ آریہ سماج ان سرگرمیوں میں پیش پیش تھی۔ پنجاب آریہ سماج کے رہ نما لالہ ہنس راج نے مالا بار کے ہندوؤں کی مادی اور بالخصوص مذہبی بحالی کے حوالے سے امداد کی اپیلیں کیں جن پر آریاؤں نے لبیک کہا۔ چوں کہ جنوبی اور شمالی ہند، بالخصوص مالا بار اور پنجاب، کی ہندو ثقافت اور رسوم و رواج میں بہت تفاوت تھا لہٰذا آریاؤں نے شدھی کو کام یاب بنانے کے لیے مقامی پنڈتوں اور راجاؤں سے بھی مدد حاصل کی۔ (۳۳)

اس ضمن میں اگست ۱۹۲۲ء میں کالی کٹ کے راجا نے ایک اجلاس بلایا جس میں نامبودیری برہمنوں (۳۴) نے بھی شرکت کی۔ کئی روز تک جاری رہنے والے اس اجلاس میں اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ زبردستی مسلمان بنائے جانے والے ہندوؤں کو ان کی پرانی مذہبی و سماجی حیثیت پر بحال کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ۲۰ اگست کو چار اہم قراردادیں منظور کی گئیں جن میں مقامی پنڈتوں نے زبردستی مسلمان بنائے گئے ہندوؤں کی شدھی کے لیے کچھ شرائط کی سفارش کی۔ مثلاً ان ہندوؤں کے لیے جنھوں نے کلمہ پڑھا تھا، یا ان ہندو مردوں نے جنھوں نے اپنی چوٹی

---

32 – Zafar Ahmad Nizami, *Hakim Ajmal Khan* (New Delhi: Publications Division, Ministry of Information and Broadcasting, Government of India, 1988), 182 ; *Report of the Thirty-Sixth Indian National Congress Held at Ahmedabad on the 27th and 28th December 1921* (Ahmedabad: Navjeevan Press, n.d), Urdu Speeches, 4.

33 – Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India*, 142-143.

۳۴– نامبودیری (Nambudiri) ملیالی (Malayali) برہمنوں کی ایک ذات ہے جو موجودہ ہندوستان کی ریاست کیرلا کے مقامی باشندے ہیں، دیکھیے:

Klostermaier, *A Concise Encyclopedia of Hinduism*, 124.

کاٹنے کی اجازت دی تھی، یا وہ ہندو خواتین جنھوں نے موپلا پوشش زیب تن کی تھی اور اپنے کان چھدوائے تھے، ان کے لیے یہ تجویز کیا گیا کہ وہ مسلسل تین روز تک کسی مندر میں پنچ گایا[۳۵] چکھیں، اپنی استطاعت کے مطابق نذریں دیں اور دن میں کم از کم تین ہزار مرتبہ شِو / نرائن کے نام کی مالا جپیں۔[۳۶]

موپلا تحریک کے نتیجے میں مزعومہ طور پر زبردستی مسلمان بنائے گئے ہندوؤں کی شدھی میں آریہ سماج کی کوششوں کے ساتھ ساتھ ایک قدیم سنسکرت کتاب **دیول سمرتی**[۳۷] (*Deval Smriti*) کی دریافت کا بھی بڑا عمل دخل تھا جس نے روایت پسندوں کے لیے شدھی کا فیصلہ آسان بنا دیا۔ اس قدیم کتاب میں غیر ہندوؤں سے تعلق سے جنم لینے والی آلودگی کو دور کرنے کے لیے رسوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ آریہ سماج نے بھی بعد ازاں اپنی شدھی کی رسم کے لیے اس کتاب سے رہ نمائی لی۔ اس کتاب کی دریافت کا سب سے اہم نتیجہ البتہ یہ برآمد ہوا کہ شدھی کے حوالے سے آریہ اصلاح پسندوں اور روایت پسند ہندوؤں کے درمیان رکاوٹوں کو دور کرنے میں معاونت ملی۔[۳۸]

مالابار میں آریہ سماج کا انسانی اور مذہبی بحالی کا منصوبہ بہت نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ اولاً، آریہ سماج اور روایت پسندوں نے ہندوؤں کو ایک مشترکہ مقصد کے لیے اکٹھا کیا۔ ثانیاً، اس کام نے آریہ سماج کو جنوبی ہند میں نفوذ حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ثالثاً، اس مہم نے ہندوؤں کے درمیان آریہ سماج کا قد کاٹھ بڑھایا۔ رابعاً، اس نے

۳۵- پنچ گایا (Panchagavya) گائے سے حاصل ہونے والے پانچ اجزا کا آمیزہ ہوتا ہے جسے مختلف ہندو رسوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس آمیزے میں گائے کا گوبر، پیشاب، دودھ، دہی اور گھی شامل ہوتے ہیں۔

۳۶- مختلف افراد کے لیے مختلف شرائط تجویز کی گئی تھیں جن کی نوعیت موپلاؤں سے تعلقات کی نوعیت پر موقوف تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India*, 144.

۳۷- **دیول سمرتی** ایک ہندو قانونی متن ہے جو ۸۰۰ عیسوی سے ۱۰۰۰ عیسوی کے درمیان کسی وقت لکھا گیا۔ اس متن کو تحریر کیے جانے کا بنیادی مقصد یہ بتایا جاتا ہے کہ عربوں کی فتح سندھ کے بعد وہ ہندو جو ملیچھوں (ملیچھ ایک اصطلاح ہے جو غیر ہندوستانیوں کے لیے استعمال ہوتی تھی؛ ناپاک) کے ساتھ سماجی میل جول یا اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے ناپاک قرار پائے تھے، ان سے اس میں درج ضوابط پر عمل درآمد کروا کے ان کی شدھی، یعنی ہندو مذہب میں واپسی، کو ممکن بنایا جا سکے۔ دیکھیے:

Burjor Avari, *Islamic Civilization in South Asia: A History of Muslim Power and Presence in the Indian Subcontinent* (New York: Routledege, 2013), 27-28; D. R. Bhandarkar, *Some Aspects of Ancient Indian Culture* (Madras: University of Madras, 1940), 66-67.

38 – Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India*, 144-145.

آریہ سماج کو یہ اعتماد بخشا کہ وہ ہندوؤں کے تحفظ کے لیے بڑے پیمانے پر انسانی اور مالی وسائل فراہم کر سکتی ہے۔[۳۹]

ب) ملکانہ راجپوتوں کی شدھی

جس وقت جنوبی ہند (مالابار) میں مبینہ طور پر زبردستی مسلمان بنائے گئے ہندوؤں کی شدھی کے ذریعے ان کی پرانی مذہبی و سماجی حیثیت پر بحالی کی کوششیں کی جارہی تھیں، اسی عرصے میں شمالی ہند میں ملکانہ راجپوتوں کو بھی ہندو دھرم میں واپس لانے کے لیے کوششوں کا سلسلہ جاری تھا۔ ملکانہ ایک راجپوت قوم ہے جو زیادہ تر برطانوی ہند میں متحدہ صوبہ جات (United Provinces) کے اضلاع متھرا (Mathura)، آگرہ، ایٹہ (Etah) اور مین پوری میں بستے تھے۔ گو کہ ملکانہ راجپوت مردم شماری میں اپنا اندراج مسلمانوں کے طور پر کراتے تھے تاہم ان میں ہندوانہ رسوم ورواج باقی تھے۔[۴۰]

اگرچہ ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے حوالے سے کوششیں بیسویں صدی کی پہلی دہائی سے ہی جاری تھیں تاہم اس کو باقاعدہ تحریک کی شکل ۱۹۲۲ء میں ملی جب بارسوخ ہندوؤں نے اس میں دل چسپی لینا شروع کی۔ ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کی کوششوں کو مربوط بنانے کے حوالے سے ایک اور کمی قیادت کا فقدان تھا جو سوامی شردھانند[۴۱] کی صورت میں میسر آئی۔ اس سلسلے میں "بھارتیہ ہندو شدھی سبھا" کا قیام عمل میں لایا گیا اور سوامی شردھانند کو اس کا صدر مقرر کیا گیا۔ اس سبھا نے متحدہ صوبہ جات کے ۴۰۰ سے زائد دیہاتوں کو باضابطہ طور پر شدھی کا ہدف مقرر کیا۔[۴۲] بعض اندازوں کے مطابق اس تحریک کے نتیجے میں تقریباً ایک لاکھ تریسٹھ ہزار سے

---

39 – Ibid, 145.

40 – Ibid, 146.

ملکانہ راجپوتوں کے تفصیلی احوال کے لیے دیکھیے: چودھری محمد افضل خاں، **راجپوت گوتیں** (امرتسر: محمد افضل خاں دفتر "مسلم راجپوت"، ۱۳۵۷ھ)، ۳۰۲–۳۰۳۔

۴۱– سوامی شردھانند آریہ سماج کے نمایاں ترین رہ نماؤں میں سے تھے۔ ان کا اصل نام منشی رام تھا۔ سوامی شردھانند کی مختصر سوانح کے لیے دیکھیے:

Kenneth W. Jones, *Arya Dharm: Hindu Consciousness in 19th Century Punjab* (Berkeley: University of California Press, 1976), 329-330.

42 – Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India*, 150-153.

زائد ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کی گئی۔[۴۳]

شدھی تحریک کے ہندو مسلم تعلقات پر اثرات

شدھی تحریک ہندوستان کے کثیر المذہبی ماحول میں ہندو دھرم کے دفاع کی ایک ایسی تحریک تھی جس نے بین المذاہب تعلقات پر بالعموم منفی اثرات مرتب کیے۔ اگرچہ اس تحریک سے ہندوستان کے بیش تر مذاہب کے ماننے والے کسی نہ کسی صورت متاثر ہوئے، تاہم اس کے سب سے زیادہ اثرات غالباً ہندو مسلم تعلقات پر مرتب ہوئے۔ ذیل میں اس تحریک سے ہندو مسلم تعلقات پر مرتب ہونے والے چند اثرات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

(الف) ہندو مسلم مسابقت کا رجحان

آریہ سماج کی شدھی تحریک نے ہندوستان میں بین المذاہب مقابلے کا رجحان پیدا کیا۔ شدھی تحریک کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس کے توڑ کے لیے مسلمانوں کی مذہبی قیادت نے جوابی تدابیر کی سعی کی۔ سب سے پہلا مرحلہ تو تشخیص کا تھا کہ آخر کیوں اتنی بڑی تعداد میں مسلمان اپنا مذہب چھوڑ کر ہندو دھرم میں شامل ہو رہے ہیں۔ اس بات پر مسلمانوں کی مذہبی قیادت کا تقریباً اتفاق تھا کہ شدھی کی کام یابی کی ایک بڑی وجہ عام مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت ہے،[۴۴] اور اس کا تدارک تبلیغِ اسلام ہی سے ممکن ہے۔ اس پس منظر میں مختلف اسلامی تنظیموں اور شخصیات نے تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ اگرچہ مسلم قیادت نے نچلی ذاتوں کے ہندوؤں میں تبلیغ کی کوششیں بھی کیں تاہم اس زمانے کے مخصوص ماحول میں عملاً تبلیغی سرگرمیوں کا بنیادی ہدف وہ مسلمان ہی رہے جو شدھی سے متاثر ہو سکتے تھے۔[۴۵] شدھی کے مقابلے میں اٹھنے والی بعض اسلامی تنظیموں اور شخصیات کی مختصر جھلک ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

شدھی تحریک کے توڑ کے لیے جوابی اقدامات کرنے والی اولین تنظیموں میں "جمعیۃ علماء ہند" شامل ہے۔ ۱۹۲۳ء کے وسط میں پورے ملک اور بالخصوص ملکانہ علاقوں میں تبلیغی سرگرمیوں کے لیے جمعیۃ نے باقاعدہ ایک شعبہ قائم کیا۔ اس شعبے کے تحت پانچ ماہ کے اندر ملک بھر اور خصوصاً متحدہ صوبہ جات اور پنجاب میں ۱۰۵

---

43 – Yoginder Sikand, "The Fitna of Irtidad: Muslim Missionary Response to the Shuddhi of Arya Samaj in Early Twentieth Century India", *Journal of Muslim Minority Affairs* 17: 1 (1997): 71.

۴۴– اس حوالے سے مختلف مسلم علما اور رہ نماؤں کے خیالات کے لیے ملاحظہ کیجیے: مرجع سابق، ۷۱ – ۷۴۔

45 – Ibid, 74.

شاخیں قائم کی گئیں۔ ملکانہ دیہاتوں میں تبلیغ کے لیے جمعیۃ نے وفود تشکیل دیے۔ ان وفود میں جمعیۃ کے اعلیٰ سطح کے ممبران بھی شامل ہوتے تھے۔ خود مفتی کفایت اللہ، صدر جمعیۃ، اور مولانا احمد سعید، ناظم اعلیٰ جمعیۃ، بھی ان وفود میں شامل رہے جو تبلیغ کی غرض سے ملکانہ علاقوں میں جاتے۔ [۴۶]

شدھی تحریک کے مقابلے کے پیش نظر ایک اور تنظیم کی بنیاد بھی رکھی گئی جس کا نام "جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام" تھا۔ پہلے پہل اس کی ایک شاخ جولائی ۱۹۲۳ء میں برطانوی پنجاب کے ضلع انبالہ میں قائم ہوئی جس کے صدر سر رحیم بخش [۴۷] اور جنرل سیکرٹری غلام بھیک نیرنگ [۴۸] مقرر کیے گئے۔ اس کے کچھ عرصے بعد ستمبر ۱۹۲۳ء میں اس تنظیم کی اور شاخ بنام "جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ" قائم کی گئی۔ [۴۹]

ایک دعوے کے مطابق اس تنظیم نے اپنے قیام سے لے کر ۱۹۲۸ء تک، جب آریہ سماج ملکانہ علاقوں میں سب سے زیادہ سرگرم تھی، ۱۶۰۰۰ سے زائد تبلیغی اجتماعات منعقد کیے اور ۲۵۰،۰۰۰ سے زائد لوگوں کو مسلمان کیا جن میں بڑی تعداد ملکانہ راجپوتوں کی تھی۔ [۵۰]

اس کے علاوہ بھی کچھ تنظیمات شدھی تحریک کے مقابلے کے لیے میدان عمل میں آئیں جن میں "جماعت رضائے مصطفیٰ"، "جماعت اشرفیہ حلقہ اشاعت الحق" اور "انجمن خدام الصوفیہ" وغیرہ شامل ہیں۔ [۵۱]

اسلامی تنظیموں کے علاوہ انفرادی سطح پر مسلم علما و رہ نماؤں نے بھی شدھی کے سدباب اور تبلیغ اسلام کی کوششیں

۴۶- مولانا نظام الدین اسیر ادروی، **تاریخ جمعیۃ علماء ہند** (نئی دہلی: شعبۂ نشر و اشاعت جمعیۃ علماء ہند، ۱۴۰۳ھ)، ۱: ۶۳؛ Sikand, "The Fitna of Irtidad", 78.

۴۷- سر رحیم بخش، برطانوی دور کی معروف مسلم شخصیت ہیں۔ برطانوی سرکار نے بہاول پور کے نواب صادق کی بلوغت تک ریاست کے معاملات کی نگرانی کے لیے ایک کونسل آف ریجنسی (The Council of Regency) قائم کی تھی جس کے صدر سر رحیم بخش تھے۔

۴۸- غلام بھیک نیرنگ آل انڈیا مسلم لیگ کے رہ نما تھے۔ وہ ایک معروف وکیل اور شاعر تھے۔ ان کا شعری مجموعہ **کلام نیرنگ** کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

۴۹- اس تنظیم کے تعارف اور سرگرمیوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے: مولانا سید محمد عبد السمیع ندوی، **جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، کانپور: تعارف و خدمات** (کانپور: جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، ۲۰۱۲)۔ یہ کتاب درج ذیل لنک پر بھی دستیاب ہے: https://archive.org/details/tablighulislam/mode/2up.

50- Sikand, "The Fitna of Irtidad", 80.

۵۱- محمد مسعود احمد، **تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم** (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۱۹۸۷ء)، ۱۲۷۔

گیں، ان شخصیات میں غالباً سب سے اہم نام خواجہ حسن نظامی کا ہے۔[۵۲] انھوں نے مسلمانوں کو شدھی کے خطرات سے آگاہ کرنے کے لیے بہت سے کتابچے تحریر کیے اور انھیں مسلمانوں میں تقسیم کرانے کا انتظام کیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے ذاتی طور پر ان علاقوں کے تبلیغی دورے بھی کیے جو شدھی تحریک سے متاثر ہوئے تھے۔[۵۳]

(ب) مناظرانہ لٹریچر کا ظہور

برطانوی ہند میں انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے پہلے نصف میں بین المذاہب کشمکش عروج پر تھی اور اس پر مستزاد تبدیلی مذہب کی تحریکیں؛ اس ماحول کا لازمی نتیجہ تحریر و تقریر کے ذریعے اپنے مذہب کا احقاق اور دوسرے کے مذہب کا ابطال ہوتا ہے۔ آریہ سماج کی جانب سے مناظرانہ لٹریچر کا آغاز اس کے بانی کی تحریروں سے ہی ہو گیا تھا۔ دیانند نے اپنی سب سے معروف کتاب **ستیارتھ پرکاش** (*Satyarth Prakash*) میں اپنے نظریات کی توضیح کے ساتھ ساتھ مروجہ ہندو عقائد و نظریات اور غیر ہندو مذاہب پر کڑی تنقید بھی کی ہے۔ اسلام پر تنقید کے لیے دیانند نے کتاب ایک پورا باب (چودھواں باب) مختص کیا ہے۔[۵۴]

اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے دیگر آریہ سماجیوں نے بھی مناظرانہ تحریریں لکھیں جن میں دیگر مذاہب عالم کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا؛ اس سلسلے میں اسلام ان کا خصوصی ہدف تنقید تھا۔

آریہ سماج کے مناظرین میں سے ایک اہم نام پنڈت لیکھ رام کا ہے جن کی تحریروں کا خاص ہدف اسلام تھا اور جو احمدیوں کے ساتھ مناظروں کے حوالے سے مشہور ہوئے۔[۵۵] ان کے قتل کے بعد رسالہ **آریہ مسافر**، جو پنڈت لیکھ رام کی یاد میں جاری کیا گیا، میں وقتاً فوقتاً اسلام کے حوالے سے مناظرانہ تحریریں شائع ہوتی رہیں۔

آریہ سماج کی جانب سے اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات کے بہت سے مسلمانوں نے جوابات

۵۲- خواجہ حسن نظامی دہلی سے تعلق رکھنے والے معروف ادیب اور چشتی سلسلے کے صوفی تھے۔ ان کی حیات و خدمات کے لیے ملاحظہ کیجیے: خواجہ حسن ثانی نظامی (مرتب)، **خواجہ حسن نظامی: حیات اور کارنامے** (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۷ء)۔

53 – Sikand, "The Fitna of Irtidad", 75.

54 – Swami Dayanand Saraswati, *Light of Truth: An English Translation of Satyarth Prakash*, trans., Durga Prasad (New Delhi: Jan Gyan Prakashan,1970), 507-562.

۵۵- لیکھ رام کی تحریروں کا مجموعہ **کلیات آریہ مسافر** کے نام سے شائع ہوا۔ دیکھیے: لیکھ رام، **کلیات آریہ مسافر** (سہارنپور: ستیہ دھرم پرچارک پریس، ۱۹۰۳ء)۔

دیے۔ دیانند کی کتاب **ستیارتھ پرکاش** میں اسلام پر وارد اعتراضات کا جواب مولانا ثناء اللہ امرتسری،(۵۶) مفتی نعیم الدین مراد آبادی،(۵۷) وغیرھا نے دیا۔ اسلام پر آریہ سماج کے اعتراضات کے دفاع کے علاوہ مسلمانوں نے آریہ سماج کے عقائد کے ابطال کے لیے بھی لٹریچر قلم بند کیا۔ اعتراضات، جواب اور جواب الجواب کا یہ سلسلہ انیسویں اور بیسویں صدی میں جاری رہا۔(۵۸)

جوں جوں شدھی تحریک زور پکڑتی گئی اور اس کے نتیجے میں ہندو مسلم کشمکش بڑھتی گئی، تنقید کا یہ سلسلہ جو اعتراضات تک محدود تھا، آگے بڑھ کر اہانت اور گستاخی کی صورت اختیار کر تا گیا۔ اس ضمن میں آریاؤں کی جانب سے ایسی متعدد تحریریں سامنے آئیں جن سے نہ صرف ہندو مسلم کشیدگی میں اضافہ ہوتا بلکہ بات بسا اوقات فسادات اور قتل وغارت گری تک پہنچ جاتی۔ اس ضمن میں مہیش ستھیا کی **افشائے راز**، پنڈت چموپتی کی **رنگیلا رسول** اور پنڈت کالی چرن شرما کی **وِچتر جیون** محض چند نام ہیں۔(۵۹)

ج) فرقہ وارانہ تشدد

اس سے قبل ذکر کیا جا چکا ہے کہ شدھی تحریک نے برصغیر کے مسلمانوں کو خطرے کا احساس دلایا اور اس امر نے مسلم قیادت کو جوابی تبلیغی سرگرمیوں کی تحریک دلائی۔ مقابلے کے اس رجحان نے ایسا ماحول تشکیل دیا جس میں فرقہ وارانہ تشدد (Communal Violence) ایک معمول بن گیا۔ حکومت ہند کے ریکارڈ کے مطابق ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء کے درمیان، جب شدھی تحریک اپنے عروج پر تھی، کم و بیش ۱۱۲ مذہبی فسادات ہوئے

۵۶– مولانا ثناء اللہ امرتسری کی آریہ سماج اور اس کے بانی کے حوالے سے تحریروں پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ نمونے کے طور پر دیکھیے: محمد شہباز حسن اور محمد اسرائیل فاروقی، "ہندوؤں، آریاؤں اور قادیانیوں کی تردید میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے استدلالات اور خدمات"، **دی سکالر**، حیدر آباد، ۲: ۳ (جولائی-دسمبر ۲۰۱۶ء)، ۴۶-۶۹۔

۵۷– مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، **احقاق حق** (لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۲ء)۔

۵۸– آریاؤں اور مسلمانوں کے مابین مناظرانہ معرکے ایک مستقل مضمون کے محتاج ہیں۔ یہاں برسبیل تذکرہ چند تحریروں کا حوالہ ہی ممکن ہے۔

59 – Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India*, 40-62.

اس طرح کی کتابوں کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے ایک بڑی تعداد پر برطانوی حکومت نے ہندو مسلم فسادات کے پیش نظر پابندی بھی لگائی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

N. Gerald Barrier, *Ban: Controversial Literature and Political Control in British India* (New Delhi: Manohar, n.d.), 175-191.

جن میں ۴۵۰ لوگ مارے گئے اور ۵۰۰۰ کے قریب شدید زخمی ہوئے۔ اس عرصے میں ہندو مسلم کشیدگی کی جو عمومی فضا بن چکی تھی، اس میں ہلکی سی چنگاری بھی فسادات کا شعلہ بھڑکانے کے لیے کافی ہوتی تھی۔(۶۰)

بعض اوقات آریہ سماج اور شدھی تحریک کے رہ نماؤں کی اشتعال انگیز تقریر و تحریر ان کے لیے جسمانی ضرر کا سبب بھی بنی۔ پنڈت لیکھ رام، جنھوں نے اسلام پر حملوں اور مرزا غلام احمد قادیانی سے تند و تیز مکالموں سے شہرت حاصل کی، کو ۶/ مارچ ۱۸۹۷ء کو مبینہ طور پر ایک مسلمان نے قتل کر دیا۔(۶۱) اسی طرح سوامی شردھانند، جو بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں شدھی تحریک کے سرگرم ترین رہ نما سمجھے جاتے تھے، دسمبر ۱۹۲۶ء میں عبدالرشید نامی ایک مسلمان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔(۶۲)

د) ہندو مسلم قومی شناختوں کی پختگی میں کردار

بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں شدھی تحریک اپنے عروج پر تھی اور وقتاً فوقتاً ہندو مسلم فسادات کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ اس عرصے میں ہندوؤں کے ایک طبقے میں یہ سوچ بھی پنپ رہی تھی کہ مسلمانوں کے مقابل ہندوؤں کو بہ طور ایک وحدت منظم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان کے وہ حقوق جو مزعومہ طور پر مسلمان سلب کرنا چاہتے ہیں، محفوظ کیے جا سکیں۔ اس ماحول میں سنگھٹن(۶۳) جیسی تحریکوں نے ہندوؤں کو ایک وحدت میں ڈھالنے

۶۰۔ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء کے درمیان ہونے والے ہندو مسلم فسادات جن وجوہ و واقعات کی بنا پر شروع ہوتے تھے، ان کا سرسری جائزہ لینے سے بھی ہندو مسلم کشیدگی کی عمومی فضا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پمفلٹ کی تقسیم، عبادت گاہوں کے سامنے کوئی دل آزارانہ حرکت، مذہبی تہوار اور جلوس حتیٰ کہ آپس کی تُو تکار بھی کسی بڑے ہندو مسلم فساد کا سبب بن جاتی تھی۔ مذکورہ بالا عرصے میں ہونے والے ہندو مسلم فسادات اور ان کے اسباب کی تفصیل کے لیے دیکھیے:

Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India*, 72-102.

61 – Jones, *Arya Dharm*, 334; Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India*, 14-15.

62 – Jones, *Arya Dharm*, 330;

مسعود احمد، **تحریک آزادی ہند**، ۲۷۱-۲۷۳۔

۶۳۔ سنگھٹن برطانوی ہند میں ایک تحریک تھی جسے بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں عروج حاصل ہوا۔ سنگھٹن کو ہندو مہاسبھا اور بعض دیگر ہندو تنظیموں کی معاونت حاصل تھی۔ اس تحریک کا مقصد ہندوؤں کو متحد اور منظم کرنا تھا تاکہ وہ بہ طور ایک گروہ طاقت ور ہو سکیں۔ تحریک کے زعما کا خیال تھا کہ ہندوؤں کا بالعموم تاثر ایک دب کر رہنے والی اور مطیع قوم کا ہے، جو مسلمانوں کے مقابلے میں بٹی ہوئی اور کم زور ہے، اور سنگھٹن وہ تحریک ہے جس کے ذریعے اس تاثر کو تبدیل کیا جانا ضروری ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:

Thursby, *Hindu-Muslim Relations in British India*, 158-172.

کا بیڑا اٹھایا۔ سوامی شر دھانند، جو اس دور میں شدھی تحریک کے روح رواں تھے، نے سنگھٹن کو ہندوؤں کو حیات نو بخشنے والی اور ان کی پرانی شان شوکت کی بحالی کی تحریک قرار دیا۔(۶۴) شدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکوں کے ذریعے نچلی ذاتوں، اچھوتوں اور ہندو دھرم قبول کرنے والوں کو ہندو معاشرت کا حصہ بنانے کی کوششیں کی گئیں۔(۶۵) ان سب کوششوں کا بنیادی مقصد ہندوؤں کو دیگر اقوام ہند، بالخصوص مسلمانوں، کے مقابل ایک جتھ کرنا اور بحیثیت ایک ملت پیش کرنا تھا۔

اگرچہ تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون کا دور سیاسی سطح پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان قربتوں کا دور تھا اور مسلم زعما ہندو مسلم اتحاد کے علم بردار تھے، تاہم اس کے معاً بعد ہی شدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکیں شدت اختیار کرتی گئیں۔ ان تحریکوں نے جہاں ہندو قومی شناخت کو فروغ دیا وہاں مسلمانوں میں بھی جداگانہ تشخص کا شعور بیدار ہوا۔ ہندو مسلم قومی شناختوں میں پختگی کا اثر دھیرے دھیرے سیاست پر بھی ظاہر ہونے لگا اور بالخصوص مسلمانوں کے سیاسی شعور میں یہ بات جڑ پکڑنے لگی کہ متحدہ ہندوستان میں ہندو اکثریت کی موجودگی میں مسلمانوں کا سیاسی مستقبل غیر محفوظ رہے گا۔

نتائج

ہندو دھرم روایتی اور تاریخی طور پر مشنری مذہب ہے یا نہیں، اس حوالے سے مختلف آرا پائی جاتی ہیں،(۶۶) تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دور جدید میں آریہ سماج کی شدھی تحریک نے غیر ہندوؤں اور اچھوتوں کو ہندو مذہب و معاشرت کا حصہ بنانے کے لیے راہبرانہ اور کلیدی کردار ادا کیا۔

تبدیلی مذہب کا تصور روایتی ہندوؤں کے ہاں اچھوتا اور ناقابل عمل سمجھا جاتا تھا جسے آریہ سماج نے مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ شدھی تحریک کی ابتدا میں آریاؤں کو روایت پسندوں کی جانب سے بہت مشکلات

64– Ibid, 163-64.

۶۵– بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہندو مہا سبھا کی جانب سے سکھ مت، بدھ مت اور جین مت کے پیروکاروں کو وسیع تر ہندو دھرم کا حصہ شمار کیا گیا۔ (Ibid, 167.)

۶۶– یہ سوال ہندو اور غیر ہندو سکالرز کے درمیان ایک عرصے سے زیر بحث رہا ہے۔ اس حوالے سے مختلف آرا کے لیے دیکھیے:
James Forbes Seunarine, "Reconversion to Hinduism Through Shuddhi: A Field Study of the Shuddhi Practice of the Arya Samaj in India and its Implications for an Understanding of Modern Hinduism and for Hindu-Christian Relations" (PhD Diss., Princeton Theological Seminary, 1974), 3-19; Arvind Sharma, *Hinduism as a Missionary Religion* (New York: SUNY, 2011).

اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم مذہبی کشمکش کے اس دور کی ضروریات نے روایت پسندوں کو بھی بعض حالات میں آریاؤں کا شدھی میں ساتھ دینے پر مجبور کر دیا۔

شدھی کے بعد تبدیلی مذہب ہندوؤں کے ہاں اچھوتا تصور نہیں رہا اور دور جدید میں اس تصور کی مختلف عملی صورتیں بھی سامنے آئیں۔ اس سلسلے میں دور حاضر میں سخت گیر ہندو تنظیموں کی جانب سے شروع کی جانے والی "گھر واپسی مہم" کو بہ طور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ شدھی تحریک کو بجا طور پر گھر واپسی جیسی تحریکات کا پیش رو کہا جا سکتا ہے۔[٦٧]

شدھی تحریک نے ہندوستان کے کثیر المذہبی ماحول میں فرقہ وارانہ اور بین المذاہب کشیدگی کو فروغ دیا۔ اس تحریک نے بالخصوص ہندو مسلم تعلقات پر گہرا اثر ڈالا۔ جوں جوں شدھی تحریک میں تیزی آتی گئی، ہندو مسلم کشیدگی میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ برطانوی ہند میں بڑھتی ہندو مسلم کشیدگی نے دونوں قوموں کے جداگانہ تشخص کو بھی واضح کیا، جس نے مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ متحدہ ہندوستان میں ہندو اکثریت کے ساتھ اکٹھے رہنا ان کے مفاد میں نہیں ہے اور بالآخر یہی سوچ ہندوستان کی تقسیم پر منتج ہوئی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

٦٧- گھر واپسی کی اصطلاح عموماً تبدیلیِ مذہب کی ان سرگرمیوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو سخت گیر ہندو تنظیموں کی جانب سے ہندوستان کے باسیوں کی اسلام اور دیگر مذاہب سے ہندو دھرم میں "واپسی" کے لیے منعقد کی جاتی ہیں۔ چوں کہ ہندوتوا کے نقطۂ نظر سے تمام ہندوستانی، یا کم از کم ان کے آباواجداد، اصلاً ہندو تھے، لہٰذا وہ لوگ جو کسی وجہ سے کسی دوسرے مذہب کے پیروکار بن گئے، ان کو دوبارہ ہندو بنانا دراصل ان کی اپنے "گھر واپسی" ہی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:
Yashasvini Rajeshwar and Roy C. Amore, “Coming Home (Ghar Wapsi) and Going Away: Politics and the Mass Conversion Controversy in India”, *Religions* 10:5 (2019): 1–16.